الیکشن

پروفیسر محمود الحسن قریشی مرحوم

[پروفیسر محمود الحسن قریشی معروف مزاح نگار، خاکہ نگار اور اردو کے استاد تھے۔انھوں نے ''اردو افسانے میں پاکستانیت'' کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھا اور پی ایچ ڈی کے لیے ''اردو ادب اور خطابت کی روایت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے عنوان پر مقالہ لکھ رہے تھے۔اسی دوران انھیں کینسر جیسے موذی مرض سے دوچار ہونا پڑا اور وہ ۲۴ رجنوری ۲۰۰۶ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔اب جب کہ انتخابات کا ''بازار'' گرم ہے اور ہر طرف الیکشن کی ''ہاؤ ہو'' ہے۔محمود الحسن قریشی مرحوم کا یہ انشائیہ قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔]

☆☆☆

غالبًا الیکشن ہی وہ واحد نعمت ہے، جس سے پہلے غریب اور بعد میں امیر مستفید ہوتے ہیں۔الیکشن کے دنوں میں امیدواروں کے جگر میں قوم کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ اگر چہ بعد میں اس کا علاج لوٹ لوٹ کر کرتے ہیں۔جہاں شہروں میں الیکشن پورے آب وتاب اور رنگینیوں کے ساتھ رونما ہوتا ہے، وہاں دیہاتوں میں بھی یہ موسم پورے جوبن پر ہوتا ہے۔انہی دنوں بڑے بڑے زمیندار اپنے ڈیرے کے لیے خصوصی احکامات جاری کرتے ہیں ۔ہر غریب کو بے شک وہ کمی کمین ہی کیوں نہ ہو؛ نہ صرف موسم کے لحاظ سے بلکہ اس کی پسند اور ناپسند کے مطابق مشروبات پیش کیے جاتے ہیں۔اگر چہ وہ یہ قرض مع سود بعد میں اپنے خون پسینے کی شکل میں لوٹا دیتے ہیں۔اس موسم میں زمینداروں کی سیاسی کھوپڑیوں پر غیرت اور عزت کے کڑکڑاتے ہوئے طرہ دار عماموں کی فصل پک چکی ہوتی ہے اور وہ ایک مرتبہ پھر اپنی ذہنیت کی طرح ننگی جیپوں پر سوار ہو کر گاؤں کی کچی سڑک پر گردوغبار اڑا رہے ہوتے ہیں جسے وہ ہر دفعہ پختہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ان مظلوم جیپوں پر اتنے لوگ سوار ہوتے ہیں جتنے کہ ہو سکتے ہیں اور وہ دوڑنے کی کوشش میں رینگ رینگ کر چل رہی ہوتی ہیں۔لگتا ہے کہ یہ اس ظلم کے خلاف احتجاجاً کسی وقت بھی خاموشی اختیار کر لیں گی لیکن یہاں احتجاج کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔انھیں دور سے دیکھ کر کہنا ہی پڑتا ہے:

نہ کمالِ ڈرائیور نہ انجن کی خوبی
چلی جا رہی ہے خدا کے سہارے

شہروں میں بھی الیکشن کے موسم پر خاصی خونیں بوندا باندی ہوتی ہے۔ پچھلے انتخابات میں مجھے مجبوراً شہر میں ہی ٹھہرنا پڑا جہاں امیدوار ووٹ کی بھیک بڑے اچھے انداز میں مانگتے ہیں۔ یہ اپنے حاشیہ برداروں کے ساتھ گروہوں کی شکل میں لوگوں کے در کھٹکھٹاتے ہیں اور ووٹ کی خیرات مانگتے ہیں۔ ایک شب مجھے آرام کی شدید ضرورت تھی۔ میرے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ یوں کھڑے ہیں جیسے ایک غیر سیاسی جماعت کے افراد ہمیں دوزخ سے بچانے کے لیے کبھی کبھی کھڑے ہوتے ہیں۔ امیدوار کا طویل تعارف ہوا اور مدعا بیان کیا گیا تو میں نے بڑے عجز سے جواب دیا کہ جناب ہمارے تو ووٹ ہی یہاں نہیں ہیں۔ وہ مسکرانے کی کوشش کرنے لگا اور ''جی کوئی بات نہیں'' کہہ کر چلا گیا۔ دوسرے دن میں اپنے ایک دوست کے ہاں گیا جہاں ایک امیدوار خان صاحب پہلے ہی تشریف رکھتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شاہ صاحب تشریف لائے جو بیٹھتے ہی الیکشن میں حصہ لینے والے امیدواروں کی ماں بہنوں کے جسم کی پوشیدہ حصوں کا نام لے لے کر اپنا ''زورِ بیاں'' صرف کرنے لگے اور آخر میں ہمیں بتایا گیا کہ مجھے ساری رات ان لوگوں نے جگایا ہے۔ اس دوران خان صاحب کے چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بدلتے رہے۔ وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہنے لگے کہ اسی لیے تو جناب ہم دن کو آتے ہیں۔

ہم نے ایک ایسے امیدوار کو بھی دیکھا جو اپنی ''مولویانہ ٹوپی'' بغل میں دبائے پھرتا تھا۔ میں نے عرض کیا: حضور اسے سر پر بھی رکھ لیجیے۔ کہنے لگے میاں! یہ پاؤں پر رکھنے کے لیے ہے، سر والی ٹوپی میری جیب میں ہے۔

ہم بھی اس سیاسی گروہ کے طرف دار ہیں جن کا موقف ہے کہ خواتین کو الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہیے کیونکہ ایک دفعہ ایک خاتون جس کا غالباً شٹل کاک برقعہ تھا اپنے مخالف امیدوار کا بیلٹ بکس ہی اٹھا کر لے گئیں چونکہ خواتین کو گل بوٹے بنانے کا زیادہ شوق ہوتا ہے اس لیے یہ نئے نئے گل کھلاتی رہتی ہیں۔ ایک خاتون نے رنگ برنگی پچکاری کے ذریعے نہ صرف اپنے مخالف امیدوار کے بیلٹ بکس کے منہ پر گلکاریاں کیں بلکہ بیلٹ پیپرز کے ساتھ ساتھ مخالف امیدوار کا بھی روسیاہ کر دیا۔

الیکشن، ادب اور آرٹ کے طالب علموں کے لیے بھی خاصا سود مند ثابت ہوتا ہے۔ ان دنوں اشتہاروں پر جہاں خوبصورت نثر پڑھنے کو ملتی ہے وہاں شاعری میں دلچسپی رکھنے والوں کے ذوق کی تسکین بھی ہوتی ہے۔ مثلاً امیدوار اپنے نام کے ساتھ ایسے مصرعے اور شعر لکھوانا پسند کرتے ہیں:

خاک کربل کی قسم صاحبِ ایمان ہیں ہم

....

ہم اوس کے قطرے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی
دھوکہ نظر آئے تو ہمیں رول کے دیکھو

طاقت پر ایمان رکھنے والے امیدوار یہ بھی لکھتے ہیں:

ہم سے الجھو گے تو انجام قیامت ہو گا

ان دنوں دیواروں پر خطاطی اور تجریدی آرٹ کے نادر نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ میرے حلقے سے میرے

ہی ہم نام امیدوار نے الیکشن میں حصہ لیا اور خوبصورت حروف میں میرا نام دیواروں پر لکھوا دیا۔ غصے کی یہ بات ہے کہ یہ نام نہ صرف میرے مہمانوں کی رہنمائی کرتا ہے بلکہ اس کے سامنے ”مردانہ امراض کے علاج کے ماہر“ کا نام لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی پیشے سے منسلک ہیں۔ الیکشن میں نام بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ایک امیدوار جس کا نام مبارک علی تھا، اسے نتائج کا اس وقت علم ہوا جب مخالف امیدوار اس کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اب اسے نہ صرف اپنے نام پر بلکہ اپنے ماں باپ پر بھی غصہ آ رہا تھا۔

طلبہ کے باشعور ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ حالات سازگار ہونے کا انتظار کے بغیر الیکشن کروا لیتے ہیں نہ صرف الیکشن کرواتے ہیں بلکہ اس کے تمام لوازمات کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

چونکہ ہم سب ایماندار ہیں اس لیے ہمارے ساتھ ساری دنیا بے ایمانی کرتی ہے۔ مثلاً ہاکی کے میدان میں ریفری، کرکٹ کے میدان میں ایمپائر اور الیکشن کے میدان میں پریزائیڈنگ آفیسر کے ہاتھوں دھاندلی ہوتی ہے۔ اس لیے اگر نتائج خلاف بھی ہوں تو دل نہیں ہارنا چاہیے۔ اگر اخبار میں بھی نام ہارنے والوں کی فہرست میں چھپ گیا ہے تو بھی بے انصافی ہوئی ہے:

نہ خبر اخبار پر اکتفا کیجیے
ابھی جیتنے کے امکاں اور بھی ہیں

اور اس طرح ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی جہانگیری زنجیر کو ہلا کر نہ صرف مطلوبہ سیٹ حاصل کی جاسکتی ہے بلکہ وزارتِ عظمیٰ پر بھی کمند ڈالی جاسکتی ہے۔ اگر پولنگ کے دوران پتا چل جائے کہ ہار رہے ہیں تو بائیکاٹ ہی جیتنے کا موثر ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ہمارے ملک کے اکثر لوگ ہر سال یونینز کے ذریعے اپنے ذوق کی تسکین کر لیتے ہیں۔ مثلاً طلبہ، وکلاء، مزدور، تاجر اور اساتذہ...... اس کے باوجود بھی کئی افراد اس نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ جلد انتخابات کروا دیے جائیں۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501